

لیے میں قیم تر ہوں۔

لارین کی عجیب کولی کی وجہ سے کہ حضرت عیسیٰ مسیح پیدا ہوا۔ ایک دفعہ کوئی کام نہ ہوتے وہیں پہنچ رہا۔

ایتنی حیرت پھیلائی اے۔

سیس بھی ہوں تو کہا۔

سرزین پر ٹھنڈوں پر ہاتھ اے۔

کیا کر رہا ہے بھی اے۔

تر۔ "ہمیشی یہ بغور رہے۔

ذکر کے پن کی طرف جو۔

کے بیوں پر مکاراں نے۔

ایک وقتِ اکایا۔"

بیوہ بھی۔ "وہ پھر مدد اے۔

بے چارے ہمیشی رائیں۔

پس۔ "اس سے اپنے دن

برہت کا تیرا عشق قابو۔

حق ہے تو۔ تو ہر جو۔

جس پر جان را بیٹھا۔

وہ صاحب کے پاس بلند۔

جیسے اتنے دنوں سے۔

ہے۔

یا ہے۔ وہ ابو صلیل کو۔

بڑھا۔

ور جانے کا قیط کرنا۔

دیا تھا جو ستاروں کی۔

تمام پر الوبی خوشیں۔"

"مقبول!"
بیکم صدیقی کی آواز ہے۔ اس کے پے تمل سے باہر کو
جلتے قدم سست پڑے۔ لیکن بجاۓ رئنے کے وہ سوچنے
کا یونی سی ان سی کر کے نکل جائے۔ اس وقت گمرا
پہنچا زیاد ضوری تھا اور بیکم صدیقی کو ان سا ضروری
کام ہوتے ہیں جواب ہوں۔ کے فضول وقت، فضول

شوق۔
و نظر اندراز کرتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا کہ اگلی
تو از زبان کڑک ار تکی۔

"مقبول! آہاں جا رہے ہو؟"
شاید اس پا پر بھلی ہو۔ دھنالی کا مظاہرہ کر جاتا لیکن
گیٹ کیپر نے کر دی۔ کے اسے سوالیہ نظریوں سے
گھورا جیسے ارادہوریافت، لے۔ اے۔

"بیکم صاحب نے مجھے پہنچا کر دیا۔
پہنچا کے وہ اسی بھرکے مزالت افغانی گیٹ کیپر
کے سامنے ڈالت نکل کر جمال بزمے اندراز میں
پہنچا۔

"مقبول! تم سارا ہم اے تاں؟"
کھرے میرے لہ دلوں سے واپس پیٹا۔
اک آواز کیوں نہیں سنتے؟" یعنی بیکم صدیقی
نہ دلت بھکھلتے ہوئے گھورا۔

"گاؤڑی نکا لو۔" بھیل کی تک تک بجا تی دو
بیڑھیاں بیچے اتریں۔ پیچھے مان کھلدا کھلدا کھجھجھکی
رنگیں چھتری ان سے سر پر لیے ہوئے گئی مانکہ بارش
کی بوندھیں ان کے شیپو اور بلوڈرائی کیے بالوں کو
خراب نہ کر دیں۔

"وہ بیکم صاحب! مجھے گھر جانا تھا۔" مقبول
لکھکھایا۔

"کیوں؟ یہ کون سا وقت ہے گھر جانے کا؟ وہ پہر کے
و بچے ہیں۔ تمہاری ڈیوٹی رات وس بچے تک ہوتی
ہے۔"

یہ بھی محض مفروضہ ہی تھا ورنہ کبھی بھی جو وہ اپنی
ڈیوٹی کے وقت یعنی دس پونے دس بچے انہیں کیس

لے کر جاتا تو بھی پارہ تو بھی ایک دینہ بجے رات تک
ان کے انفارمیشن گاؤں میں ہے اسے مختار تھا
”وہی بارش ہو رہی ہے زیدہ اس کی طبیعت تھیک
ہیں ہے اس لئے میں نے سوچا میں ہی جا کر۔“
”اس نے بچوں کو بعلی پکا کے کھلانی ہو گی۔“ یہ کم
صدمتی کی لائلی میڈم فوزیہ بوان کے دل سے اترے
تھیں جسے کپڑے پرند کو ارادہ تک ملک اپ کر
کئی سختی اڑاک رہتی تھی اسکے کئے گئی۔

”گاؤں نکلو“ مجھے باہر جانا ہے۔ ”اس بار غام سے
تمہارا اندھا میں کا گیا۔“
”لیکن تی وہ یقین بارش۔“

”اوہ“ مقبول ہم اس وقت ڈیوبنی ہو۔ مجھے کی قدر
کرتا چھوڑو۔ ویسے بھی نہ تو بارش اتنی طوفالی ہے نہ
تسار اگھر تھی مٹھی کا ہنا ہے جو سہ جائے گا۔“
وہ سر جھنکا کے رہ گیا۔ اب کیا آنکھ اگر واقعی کیا نہیں
خداور ایسی بارشیں بھی اس موسم میں معمول لی بات
تھی لیکن وہ محلہ وہ گلیاں جہاں وہ رہتا تھا وہ معمولی سی
بارش کے نتیجے میں بھی جو ہر کھڑے کر دیا کرتے۔
سریں نبی بن جانے کی وجہ سے لوگی اونکی تھیں
اور گھر رانے بننے ہوئے تھے وہ پچھے اور پیچے ہوتے
لیکن، ملکن کی منکور نظر تھی اس وقت بھی لی اس کی
اس بات پر الگ بگولہ ہونے کی گستاخی کیا کہ ملکان کے کھروں
جس پاٹے یہ کم صاحبہ ملکا کے لیے ہٹھے رہی تھیں۔
”جورو گی تھا بعد میں کہا تے رہتا پسلے وہ کام کرو۔“
دل بڑھ کے لیکن اسی سمجھ و دوہیں ہوتے کہ پرانے
جس کی تھیں ایسے ہو۔

”بورو کی تو۔“ ایک مددگار کی خاطر مطلب ہے وہ اسی شفقت

میں گھر کے لایخ تھا۔ شریک ہوتے تھیں پھر بھی
گندے پڑو دار پالی کی تھا کاریاں کروں تک پکنے کا
سائنس و کھل۔

”سواف کرنا یہ کم صاحب اجوہ جعلے چولے میں
وہ غار خدا اور بس لیکن میں جانشی میں ایک چاندھک کا
کپ مرمر کے بنایا۔ اب جو اس نے قیامت پھیلائی ہو
گی وہ اس پڑھرام سے کہاں قابو ہو گی۔“ ویسے تو یا تھا یہ
کیا پوری ہے۔ چھو دن پسلے جب بارش ہوئی تھی میں
آپ کے ساتھ اسلام آباد کیا تھا، پچھے اکیلی ہن میں
سے بانی نکل نکل باہر کرنی رہی تائیوں میں پڑھے

”جھٹڑی تلتے ہی گھر کا چکر لگا لیا“، نامہ جب چڑھا ہے
میں اور چھست پہ جا کر کے بھیکوں ایکریتے کا منہ
بند کروں، دونوں پچھے اکیلے کب تک لے رہیں گے،
آجاتا۔“

اسے بھی اس دری کو پڑی قدر تھی جو پچھلے میں
بائیں سورپے کی لئے بھی، ٹکلی میں کاندھے لاد کے
پھر نے والے پٹھان سے اور بیٹھک میں، چھالی تھی۔ دو
کروں والے گھر کا پہ کرو اس نکلیں شیخ پھولوں والی
دری سے سچ کے سچ سچ بیٹھ کلتے لگا تھا۔ زیدہ اس نے
چڑھا سے دری کے رنگ کے کپڑے کے پھول بھی سجا
جو اب میں یہ کم صدیقی نہ باختہ بلکے کہا۔

ہے "اس بارہ فقر" جو پہنچ کر رش اپنی طبقہ سے یا کھا کر اوقیانوس کی کام میں معمول نہیں وہ رہتا تھا، معلم کے کریا کرنے سے لوگ اولیٰ قدر ہو چکے اور پھر بہت اسلام اُن پلے کی طرف گئے جس کے بعد تو زکے کم از کم اور مراک پر کھڑا ہوا جاتا۔ بر سات اور میں ہوتے کہ اس سے ملے نہیں کیا ایں اس ملے ہوتے یعنی ہمیں کہاں ملے گئے اس کے مکروں سک کی کیونکہ کیا کہ کسی کے لیے ملے گئے یا کہ کسی کے لیے ملے گئے۔

"مید میں ساتھ چلو؟"

"میں میں پھوڈ دیجیں اس ناچاہتی ہوں۔"

ابن میدم کے ساف ہوا۔ مقبول نے اس کے

ہبے اُلمیناں چھیٹا محسوس رہا۔

وہ خوش آئی ڈیوبی بحثتے ہوئے اس نک

پھر میغور بد مرداج عجیب ہوتے کے ساتھ

شل کس کو ہبھالا ہے۔ یوں تو فوزیہ بھلی میڈالت

سیں تھی لیکن بھی کبھی مقبول کو یہ سوچ رکھا

ہے اس نے لیٹا۔ بہم سا سب سے اس کا سامنا سلے

دن میں دو ڈائیجیں بھی اس لے پڑیں کہاں کر دیں

وہیں لانے لگے لیے راست بھر دہ خاموش ہی رہتا پسند

کرنی اور یہ خاموشی غیرت تھی۔ اس کے باوجود اس

اور اسی میں مقبول کو اپنا سبھی سول پر ڈنگا محسوس ہوا۔

اس اپنے مقابلے میں صاحب کامیاب ہو رہے میں

لگا بھلے صاحب گالیاں رہتا ہے، نئے میں دھت۔ بھی

بھی لا چار پیڑ بھی دے مارتا ہے مگر کیا ہوا؟ مدد ہے۔

اک عورت کے آگے بھلکی ملی بنے جی حضوری کرنا لگتا

شکل ہے یہ کوئی مقبول جیسے مروے پوچھتے اور

بچواری فوزیہ ہاں بکھری۔ بھی بھی وہ بے چاری ہی تو لگتی "سارا

دن اسے اپنی میدم کی للوچ پو کرتا پڑتی" سائے کی طرح

اس کے پیچے رنا پڑتا اور کمل تو یہ ہے کہ مکراتے

ہوئے نثار ہوتے ہوئے بھی بڑی ہمت ہے تیری۔

اس نے مل بھی دل میں اسے دادوی اور بیکسو یو مر

سے ایک دزدیدہ نظر پکھے بیٹھی بیکم صدقی پڑا۔

انہوں نے سریست کی پشت سے نیک رکھا تھا۔

آنکھیں مونندی ہوئی تھیں شاید وہ اپنی پسند کی اس غریبیوں والی کیست میں کم تھیں جو محیل کو زہر لکھی۔ اس نے پچا کے اپنے کیست بھی رکھے ہوئے تھے، عطا اللہ نیازی، مراتی مل اور نصیبو لال کے، جب ان کا انتظار کرتا ہوا تماں کی کیست نکال کے لگایا تھا اور ایسے ہی سرمنیک کے آنکھیں موندی لے جیسے انہوں نے مونندی ہوئی تھیں۔ لیکن وہ بھی بھی اسی سے فلری خود پر طاری نہیں کر سکتا تھا جو ان بیکم صاحب کے میں تھی۔ آنکھ بند کرتے ہی کمال کی واتی جایی، لعنتی قلریں حملہ کروئیں۔ بھی کرایہ دیتے کی فریبی فیں کی آخری تاریخ، بھی فلاں کا قرض، بھی ڈھنکاں خرچ اور سال کیا شان ہے۔ صراغی دار دودھیا کر دن پکھ اور لبکی لگ بڑی تھیں، میر سانس کے آتے جاتے ہیں میں پرکی صولی کی سوتے ہی تھیں جسک جاتی اور اس میں جزا یہ مونتا سا، ہیر اشکارے بلکہ دن بھلے کی بند تھا اور کاڑی کے شیشے اترے ہوئے تھے بارش تھکے ہائی جنے والی تھنڈی تھنڈی ہو اُس اندر آکے سارا ماہیں مسدا تھا کہ تھیں۔

مقبول نے نہیں بارہ بارہ کی اس لے پڑی کر دیں تھیں اس کے مقابلے میں مقبول کو اپنا سبھی سول پر ڈنگا محسوس ہوا۔

کہاں لے گئے اسی انتی اس کا دل اس پر تاخوں سے پھر پھی مارنے لے جاتا۔ پتے نہیں اس عورت کو دیکھتے ہی اس کے اندر لارج تھی بگ کیوں جائی تھا مٹھرے کہ جائے کے بعد ہی ہو تو پیدا کیوں تھیں ہوتے تھے جو کہ اسے اپنے مقابلے میں صاحب کامیاب ہو رہے میں لگا بھلے صاحب گالیاں رہتا ہے، نئے میں دھت۔

"جاانا کمال ہے یعنی مل اکبہ؟"

اگرچہ گھر سے نکلتے ہی اس نے بادر کرا دیا تھا کہ صرف لانگ ڈر اسیور کا مژا لیں پا رہتی ہیں مگر وہ آدمی کھنٹے میں ہی آسایا اور پوچھتے لگا۔

"کمیں تھیں، عرصے بعد تو ایسا موسم ہوا ہے ورنہ بارش کے ساتھ جیسیں اور گھنٹن ہو جاتی ہے۔ اسے تھنڈی تھنڈی ہوا کتنی اچھی لک رہی ہے، ہو اور یہ یوندیں۔"

انہوں نے اپنی گھلی ہتھی ذرا سی بہر کر کے تھنڈی بوندی محسوس کیں اور پھر بھری لے لی۔

"تیرے موسم کی ایسی کی تیزی۔" وہ پھر دل میں اے کئی کشمکش کی گاہیوں سے نوازنا لگا۔ سڑکوں پر فٹ کھڑا لانی اسے دلار ہاتھا۔

"میں چوری میں کتنا ہو گا؟ کمر کرتے بننے ڈالتا ہو گا پچھے تو من تک پہ نہیں اسکوں سے کیے واپس آئے ہوں گے"

اسے اب بچوں پر غصہ آئے لگا جو اس کے منع کرنے کے باوجود اس خراب موسم میں اسکوں چلے گئے تھے۔

"کیا کر رہی ہو گی زیداں؟" اس کا لکڑا ہن گھوم پھر کے وجہ چاہا جاتا۔

"تلے تو بارپی خانے کا سامان تھا تسلیم، گاہک انجوائے شمس کر سکتا۔"

کے؟ وہ جھٹی خاصی اونچی سے چھرے پر آئے پھٹکنے لگا کے رف

کا ٹھست اور دوسرا سامان لیے رکھا ہو۔

کیا ہو گا اور وہی؟ ہاں پیش کرنا چاہدی ہو گی مگر مرد میں کہاں ہاں بستروں والی چیزی پر اوہ بستروں والی چیزی کے پیندے میں بھی زندگی کیا سے کھو چکی ہو گئی ہے،

پالی پچھے سے اس کے اندر کی جانب کا سامان بھی دیکھا جاتا۔

جیز کے سینال کر کے پیسوں اور گدوں کو خراب کر رہا ہے۔ اس نے کہا بھی اپنی اگلی بارش سے پلے پلے اس کا انتظام کروں مگر۔"

اچانک گرمے پانی میں چھے اپنے بریڑیوں سے کاڑی و چھپے کے ساتھ اچھلے گئے رہ گئی۔

بیکم صدیقی نے ایک خوفناک سی جنگ ماری۔ مگر بے اگلی کاڑی خاصے فاصلے پر تھی اور پیچے سے دو درور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔

"جال انسان بولیکے کے دراٹوںگ کنیں کر سکتے ہے؟"

نہیں کس نے جھیس اس توکری پر رکھا سب بد تیز۔"

"وہ جن لوگوں میں اعتماد میحتا تھا، جس کھلے میں پل کے جوان، واقعہ بھاولو سے یارہ اُنہاں میں بھی بھاول کی گاہیوں نہ نہ کیا دیا کرتے تھے اور وہ نہیں کے

بہ جانا تھا طراس سورت کے مندے سے نکلے یہ "لفظ" جاں اور بد تیز بھی اسے عین گاہی سے

بھی بدتر لگے۔ اس نے کنوئے گھوٹ کی مل جائے۔ اپنے اندر اماں ناچاہا مگر اس سے اس کے اندر جیل جتی میں اور بھی زہر حل کیا۔

"بھی ایکسیلٹ ہو جاتا آنکھیں استعمل کرو۔" ابھی؟ اسی وقت۔"

"اپنیہ بریکرپانی کے اندر تھا، لفڑی نہیں آیا تھا، صادیہ!"

وہ ایکلا تعلق ہی "ہوز" کر کے حبہ لگانے کا بہت باتھا۔ اس کے بعد مقبول نے جان بوجھے لے لاجا جو جس طبقے میں کتنا ہو گا؟ کمر کرتے بننے ڈالتا ہو گا پچھے تو من تک پہ نہیں اسکوں سے کیے واپس آئے ہوں گے۔

"فضل ملک۔" بے کار جہاں انسان موسم بھی چھپے سے سیکھا تھا کہ اس موسم

کے؟ وہ جھٹی خاصی اونچی سے چھرے پر آئے پھٹکنے لگا کے رف کر رہی تھی۔ مقبول کے اندر پھرے اسے اپنے سامنے ڈال۔

کیا ہو گا اور وہی؟ ہاں پیش کرنا چاہدی ہو گی مگر مرد میں کہاں ہاں بستروں والی چیزی پر اوہ بستروں والی چیزی کے پیندے میں بھی زندگی کیا سے کھو چکی ہو گئی ہے،

پالی پچھے سے اس کے اندر کی جانب کا سامان بھی دیکھا جاتا۔

جیز کے سینال کر کے پیسوں اور گدوں کو خراب کر رہا ہے۔ اس نے کہا بھی اپنی اگلی بارش سے پلے پلے اس کا انتظام کروں مگر۔"

جس وقت وہ گاڑی بولیکے کے جبارا قہر میں توہ دے دھنے مخصوصیں بھر کے ایسے ایسے جھکے دل کے پلے پلے شکانے آجائے تو اسے ادا۔

اچانک گرمے پانی میں چھے اپنے بریڑیوں سے کاڑی و چھپے کے ساتھ اچھلے گئے رہ گئی۔

بیکم صدیقی نے ایک خوفناک سی جنگ ماری۔ مگر بے اگلی کاڑی خاصے فاصلے پر تھی اور پیچے سے دو درور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔

بھاول کی گاہیوں جاتے؟" سے پہلے لگ جھاڑا۔

"آپ اس وقت ہیں؟"

"وہ بھی سنوری خوب ہر تھیار سے یہ سامنے لڑا کے کوئی اپنا سرو کھڑی سمجھا تھا کہ اس کی بجائے اپنی خداوت کا دل کہ جزا آپا ہے کہا۔

چالیس لاکھ کی تھی چھاتی گاڑی پر تھا انہا اسے؟ اسے کہا۔ بھی سیکھیں۔ بیکم کی پرستی میں سادب اسے کھرا رہی تھیں۔ بیکم کی پرستی میں سادب جنم کے رہیں۔

نہیں تھے انہوں نے یہ سب ایک مرکی محنت سے حاصل کیا تھا اس لئے اس میں وہ خاندان اور جدی تھی۔

میں جمع تھا۔ وہ نوں کروں کے آگے زیدیاں نے دوسروں
انٹ کھڑی کر کے آڑنا وی تھی یعنی بالی شاید اے
چھلانگ کے اندر جا چکا تھا۔ شاید اس لیے کہ اب پانی
صرف صحن میں ہی موجود تھا، صرف کروں کی اپنی
حالت اور کونے میں اور تکے لگائے سلان کو دیکھ کر
اس نے انہی انہ لگایا تھا۔ پر برونا قابل برداشت حد تک
چھلی ہوئی تھی۔

"جسے آئے کیا؟"

"میں تو کیا شام پر یہ بجے تک تھاری محل کے سر
پر در سر کھول کر بیٹھے ہیں۔"

"تو یقین سے کس زیادہ جلی بھی یقینی تھی۔ وہ چےز
سے کس کے پاندھے سر پر باختر رکھ رکھے اس نے

"بکواس بند کر۔" وہ کھلنے سایا غمے سے کلیا چن

مادب کے گرد چھلانگ نے تھری ولی نظر
زدیک کھڑی بیٹھیا۔ اسی بنیتم صدری کی وجہ
سے اٹھائی جانے والی کوفت اپنی سمجھے ہار بھی شاون پر
لاد کے گھر لوٹا تھا اور اکر زیدیاں کے سر خیال میں۔

"لاد کی جست جست جسم کا لار بین؟" اور
اس جواب پر "غیری سے نئی نئی بیٹھے اس نے پڑھا۔

"لاد ان کا پیاں اور نئے سکھا ہے ہر ایک نسب
اور پیا۔" ٹھیکے اڑا میں گے سلسلہ کاہ کاہ
مار آگیا جلدی۔"

"اور یہ یہ لمر کا کیا ہے ہوا ہے؟" وہ بے نتھے تبل
اس نے نہیں پر ٹھوکا۔ دل میں یتم صدری میں
وہ عتلی کر کے ارمان اور منہ نور ہو گئے

"کاش اللہ ایک دن ایسا مجرمہ و کھاوے۔" یہ بس
ایک دن کے لیے میری گھروالیں میں جائے اسے پڑھ لگ
جائے گا کہ مرد ہو ما کیا ہے، خصم کرنے کے لیے ہیں۔ یہ تو
اب تک پریوں میں لوٹنے والے کتنے کو ہی اپنا مرد
بسمحتی ہے اسے وہ چار چوتھا لگاؤں کے مزا آجائے مگر وہ
یہی یہوی ہوتی تباہ نہیں یہ صاحب اسے کھا
کر رتا کیوں نہیں سویے تو برا ساندھنا ہوا ہے۔"

"ہاں، چیزیں تو کری سے انہوں کے آجانا میرے اختصار
کے ہوئے گی مگر تمہن آئے۔"

"لتا کما تھا کہ آج دوپہر کو ایک چکر مار لیتا" بارش دوا
گھر پختا تو شروع ہی تھا جو سوچا تھا۔

بارش کا پالی کرنگی غلامت کے ساتھ گھر کے صحن
میں تھا۔ چھٹی نہیں وی ماکلوں نے اب کیا ان کے

ایوں والے چوٹھے نہیں تھے، توٹ خرچ ضرور
کرتے تھے گھر بھوپے نہیں تھے۔ گاڑی پر کے چھڑ
کے دل اور گلی ہوتی سیٹ ان کے ماتھے پر ٹھکنے لے
تھی۔ انہوں نے یہوی کے سوال کا جواب دیا بھی
مناب نہیں سمجھا۔

"کافر سروں کو واکے لاؤ۔" ابھی "اسی وقت۔"
کھروڑی اواز میں دیے اس حکم نے مقبول کو اور پتا
والا اللہ کر کے تو اپسی کا سبب بنا تھا۔

"صاحب ایسا فائدہ حلوانے کا راستے گندے پانی
اور پچھے سے بھرے ہوئے ہیں، واپسی پر پھر وہی حال ہو
گے۔"

بروت پہ مانہ کام آیا۔

"لاؤ کے سچے، تھیس پسروں کی تھا کہ اکھی ہے کم، جا کر کام کریں۔"

میں کارنگا لے ہوئے اس کا خشک کر دیا۔

صاحب کے گرد چھلانگ نے تھری ولی نظر
زدیک کھڑی بیٹھیا۔ اسی بنیتم صدری پر والی
"بیگم صاحب" کو لے گیا تھا۔ (کوئی اپنے لامے
نہیں نکل سکتی تھاری جائیں لاکھی مور، مخفی دل میں اپنے
اس جواب پر "غیری سے نئی نئی بیٹھے اس نے پڑھا۔

ٹھیک گئے مقبول ہو تو آیا۔

"تھامو سالا تھم زن مرید! ہوتا میں تو وہ وہے وہنا
وہن مار لگا، جو روک گئے تھم کانے آجائی۔ وقت

بلوقت یہ سپاٹ سوچھ رہے ہو چکتے ہیں۔"

اسی طرح دو تلوں کھڑیں سکھوم گھوم کے کرانے لگا۔

"ساری دری بھکد، مارکے، مار ہوئی، اب میرے
احسان کرنے کے لئے اے اپیٹ کر چینی پر ڈالنے کی کیا

ضروریت تھی۔ گلی ہونے سے پلے اٹھائیتے موت
پر ہی کیسی کیا؟"

"میں اکیلی ذات کیا کرتی۔" وہ بھی ٹھک کے
کھڑی ہوئی۔

"لتا کما تھا کہ آج دوپہر کو ایک چکر مار لیتا" بارش دوا
کے ہوئے گی مگر تمہن آئے۔"

بھر پختا تو شروع ہی تھا جو سوچا تھا۔

بارش کا پالی کرنگی غلامت کے ساتھ گھر کے صحن

مش پ تھوک کر آجائی۔ دیے تو تو بڑی مشنڈی دیکھا
بخاری بنتی ہے، یہ چار جگہس نہیں اخہائی لکھنے بھی
سے؟ یوں کہ کہ مرد کی مکالی کا درودی نہیں ہے
اجزے چاہے برباد ہو تیری بھائے۔

"تو پنجے" ۔ پھوں کونہ لاتی۔ اس دردی کو ہی کیجیے
سے لگا کے چوتھی رہتی۔ تم تو اب آگئے جب پانی اور حا
اڑ گیا۔ جب دیکھتے کہ کمرے بھی اونچا تھا۔ پھوٹے کو
کاندھوں پر بخھا کے اور بیانی دندنوں کو کمرے لگا کے پانی
میں سے نکال کے لائی تھی۔ گھر بختی نہیں جاتی تو یہ
ایک نکل گئے ہوتے روز کی طرح اور کسی کھلے گھر میں
گرجاتے چھوٹا تو ڈوب ہی جا مانستہ بانی میں۔

مقبول کو دردی سے بچنے لایا۔ اس
ہونا ک مظرا کشی سے "خرا آیا، مرا" کاغذ میں نہیں
زید اس پر نکلا۔

"مخفوس عورت اجب پوستے می برابر سلسلی
ڈائیں" ۔ بچھل پیری اپنی بھل اولاد کو ڈبوئے کی بات بھل
ہے۔ اس کی بھل پیری اپنی بھل اولاد کو ڈبوئے کی بات بھل

اس نے دے تائے کا گلائیں نہیں۔ ملے
"مے ہے۔ لوٹی چوپانی پر زید اس کی
دن کی تھی باری اپنے سے بیمار اور بے زار بھی اس
ازماں پاٹکل ہی اکھڑی تھی۔ خود کی کچھ نہیں کیا کہ اس کی
خود کیا کریا کچھ نہیں، اندازیں کیا کریا کتوںیں میں
ڈال رہا ہے"۔

"کچھ کھانے کو ہے تو لا۔"

"بادر پر چی خانے کی موری ابیل کے باہر آگئی۔ بڑے
کپڑے لیرے گھسا کے بند کی ہے۔ پہلی بوند پڑتے ہی
آئے کائنست، والوں کے ڈبے، تھی کاؤں سب وچھتی
چڑھادیا۔ پکاتی کیا؟ اور چھت پٹی کے تھل والا
چولہا پسچالیا ہے۔ لڑکی چائے بنانے کے بھائیوں کو پاپے کے
ساتھ کھلاری سے تم بھی جا کے کھاؤ۔"

اس نے پسلے سے پھلے ہوئے بستپے جگہ بنا کے
بھکرے سیدھا کیا اور کسی نہ کسی طرح اس پر دھری ہو
کر لیٹ گئی۔

مقبول بیٹھا خونوار نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ عکسے

چرکھا سر۔ سر پر بندھا دی پس بند پلکیں گردنے
چھپکیں اس مختپر ایک اور مختپر جاوی ہو یا۔
سیٹ کی پشت سے نیک کر کر کھا سر۔ لھٹکی ہوا
سے اڑتے ہاں بند پلکیں لانی صراحتی دار کوئی گھنٹ
سوئے کی چین کے ہمارے ہیرے کے شکارے اور لور
اس کے اندر کے وحشی کی وجہ خواہش وہ من ندر
خواہش۔

لیکا ایک پیروں تلے کچھ رومنے ہاتھوں سے کچھ
ملٹے کی چاہنے ایک پار پھر اس پر غلبہ پالیا۔ جو کے
شیر کی طرح لکانہ یہ سانوں میں سے بھری میٹی گردن
وہ بھی نہ یہ تعمیر کا کلا دھاگا سونے کی وہ مولی زخم تھا
نہ ہی یہ زید اس، یہ یکم صدیقی تھی مگر وہ یہ کہی کی طرح
لیے مقبول نے خوب خوب اپنے ٹھلکے سارے چوڑے
پورے کیے

ساری بھروس نکال دینے کے بعد وہ بڑھاں ہے۔
اک جات رہگا اور ہمانت سے زید اس کی سکنی
کھنڈنے کا شکار۔

صحیح وہ نظریں حکائے آرام سے ہے۔

"خود کیا کریا کچھ نہیں، اندازیں کیا کریا کتوںیں میں
ڈال رہا ہے"۔

صہب میں بنا سی فخر رکھا کھی ہے۔

ربا! بڑی بڑی ہلا کے رکھ دی۔ میں قدمانے والے کے
پا تھوڑے کی بھی بدو غائبیں کر لے۔ میرے ہی پکوال
کی والی روٹی رکے گئی۔ روز کا کام بن گیا۔ اب تو
— تھک ہار کے باہر سے آتا اور میری پیالی کرنا
مر جاؤں گی، ایک دن پھر پیشے بچے بالے رہتا اور اپنی
اس دردی کی وصول چانتے رہنا۔ جس تے پچھے بچے اور جز
ڈالا۔"

چائے کا آخری گھونٹ بھر کے مقبول نے نذر اکی ذرا
نظر اٹھا کے دیکھا۔ زید اس کی گردن پر اس کے ہاتھوں
کے نشان صاف نظر آ رہے تھے۔

جس واپس موڑلو۔
جی کہ ہر؟
جس اور کمال۔

دل غیرا ہوا ہے اس عورت کا۔ اس نے بیٹھنے
لے کر گاڑی دیوار کر کے رستے میں ڈال دی۔
بیکم صاحبِ بولی جیز رہ گئی ہے گھر؟

بیکم جتنا کہا ہے اتنا کرد۔ رکھالی سے جواب
دے کر دل بارہ دیکھنے لگیں۔ آج انہوں نے شانوں سے
بچنے آتے آوریزے کا بول میں اٹکار کئے تھے اور گدی جے
موٹا سامنونگی جوڑا تاند رکھا تھا۔ مقبول کا دل چلا
زور سے اس لعلی باؤں والے بھائے کو فتوحے اور ان
قلتے تو زریں سے جھوٹے لیتا رکھا تھا ایسے زور سے
جھوٹے کہ بیکم کی چینی نکل جائیں۔

گھر سے کیلہ باٹک دل اعلان کر کے نی تھی کہ آج
لبی چوری شاپنگ کا راہ ہے۔ رات سے پہلے بھی
نسیں ہو گئیں اس کی دو گھنٹے کی شاپنگ دسکرپشن
کی مبرکی جوڑا کا دل جلا تھا۔ اسی دل میں اسی
مک کوں پہنچتا ہے اسی لے فوزیہ نے تکلفاً بھی

ساتھ پہنچنے کی تجویز سے کی اور نہ ہی بیکم صاحب نے
پوچھا۔ یہ ایک حیرت انگھم امر تھا کیونکہ شاپنگ یا یہول
پارل کے لیے جاتے ہوئے کافی تھے کا دم چھلا ضرور
ساتھ لگاتی تھیں۔ آج شاید کوئی خالی شاپنگ تھی۔
مقبول ذہنی طور پر ایک تھکا وینے والے آتا ہے
بھرے کام کے لیے تیار ہو گیا لیکن بیکم صاحب نے
زوری مارکیٹ کے ایک پر اسٹور کے اگے گاڑی
روکالی۔ پندرہ میں منٹ نجانے کا الابلا خریدتی رہیں،
چھ سات بڑے بڑے شار لاکے ڈی میں رکھوئے اور
بیٹھنے کی گھروالیں جاتے کا آرڈر دے دیا۔

آج پھر صاحب کی گاڑی اندر موجود تھی۔ بیکم
صدیقی تن فن کرتی اتریں اور آندھی طوفان کی طرح
اندر جلیں۔ مقبول خطرہ کھڑا گیا کہ وہ اس کے
بارے میں کوئی نیا آرڈر دیتی۔ ابھی کھڑا کی سوچ رہا تھا
کہ اندر کھبد لگی تھی کچھ سوچ کر اس نے ڈی میں

کہ گاڑی میں بیٹھ کے بیکم صاحب کا انتظار کرے چلی
سکھا کر باہر گئ کپڑ کے ساتھ بیٹھ کے سکریٹ کے
گھر کے لیے سرک جائے کہ اندر سے کچھ بیکم صاحب سا
شور باہر کی طرف آئا جسوس ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ
گیٹ پر بیٹھا افغانی چوکیدار کیا باؤں صاف کر تھا
اور نزدیک گھیتے اس کے پیچے بھی سامنے متوجہ ہو
گئے۔

بیکم صاحب فوزیہ کو باؤں سے بھینجنا بہاری تھیں۔
میں دُور کے سامنے پیچے اترنے سنگ مرمر کے چار
چوڑی چکلی سیڑھیوں کے اوپر کھڑے ہو کے اس نے
فوزیہ کو ایک زور کا دھکارا۔

”اللکن جا چکیم خور“ تھک حرام! آئندہ اس علاقے
میں تیری صورت بھی نظر آئی تو تیزاب پھکوا دیں
گی۔“

پیچے پیچے کوٹ کی بیٹھیوں میں با تھوڑا ڈالے بے تاز
چھرے کے ساتھ صاحب بھی تیور اور ہو
اندر چل کر تھا۔ ”کھکھلے گا۔“
اس سے درست جائے میں لئے ہوئے اپنی بیوی کو
مازو ہے دیوچا اور اندر لے جانا چاہا۔

”تماشا تو ب لگے گا۔“ میں تھوڑی تھیں کہ...“
گھر صاحب نے اپنی پکڑتھی کی سلسلت ہی نہ دی
اویسا کی تھی کہ دیتے تھے لکھی کامنچش دروازہ ٹھک سے
بند کر دیا۔ کن اس سے سلے انہوں نے اپنے ڈرائیور کو
آنکھ سے کوئی اشارہ نہیں کر رہا تھا۔ وہ پک کے آگے
برھا۔ چلی سیڑھی پر گر کی فون۔ واٹھنے میں مدد دی اور
گاڑی میں ڈال کے شاید اس کے گھر چھوڑنے کے لیے
نکل گیا۔

سے ماز من معنی خیز نظروں سے ایک دسرے کو
دیکھنے لگے۔ میں سے یہ چٹا قصہ اکیلے ہضم نہ ہو رہا
تھا اس لیے وہ اسے اپنی بیوی کو تانے کو اڑڑ کی طرف
بھاگا۔ افغان گیٹ کپڑ سورا کی چکلی دائرہ کے پیچے
رکھتا ہوا اپنی زبان میں نجات کیا بڑھانے لگا۔ مقبول
کے اندر کھبد لگی تھی کچھ سوچ کر اس نے ڈی میں



سے بیگم صاحب کی خریداری کے تھیلے نکالے اور جبکہ اندر کی جانب بیٹھا۔ کوئی کے اندر جانے کا اس نے آواز لگائی۔

"اپنے بخت چولے میں جھوک رہی ہوں لور کیا؟" زید اس نے حسب معمول آتھے ہوئے لیے میں کہا۔ خلاف معمول شوہر کو جلدی گھر آنادیکے اس کاموں اور خرابی ہو گیا۔ اپنی اب زیادہ دیر تھا اس کی جان بخی میں رہے گی۔

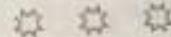
"اڑے چھوڑ چولہا چکلی" رہنے والے کھانا والے رات کو پاہر سے مان کتاب مٹکوالیں گے پاہر جا کے کھالیں گے بس تو وہ کپ چائے بنانے کے لئے آتی ہی پسند کی ساری چیزوں لایا ہوں۔" اور منہ نہ رہے۔

لیکن اندر ہونے والا تماشا اس کی تھی کہ جو عکس، پھٹک پر رخوبت کو اپنے قابل زید اس بڑی حرمت نہ تھا یا اس کی بھی تھی، تو قع سے بہت زیادہ تھا۔ اس کی پاورپی خانے سے نکلی۔ وہ گھر کی لفافے کھل کھول کر بیٹھوں میں سلان نکل رہا تھا۔

"اور یہ رے تھیے گھرے" کہیاں تھیں۔ گھر کی روئی بکھری ہوئی تھی تو کر اس نے میکتے گھرے اس کے لسن کیا۔

مرد اس نظر سے گھر کی روئی میں نظر پڑھتے تھے اور اس کی آش لے سکتے تھے۔ اس کی آش کی وجہ سے سب پر ہٹر چلانے والی بیگم صاحب اس وقت نہ میں دھت اور غصے سے بے ہوش ہوتے صاحب کے رحم و جنین والا ہاتھ مکالم طویل رہنے والا اس کا شوہر کوئی پوچھتا کر رکھے تھے۔

معمول نے ایک جانب شارز کا ڈھیر کیا اور اس طویل آسوہ سانس بھر کے باہر نکل گیا۔



بہت دنوں بعد ایسا ہوا تھا کہ وہ سر شام گھر لوٹ رہا تھا اور نہ ہوتا تھا کہ بیگم صدیقی کو شام گھر پر گزارنے کی عادت نہ تھی اور اس کے ساتھ ساتھ اسے بھی خوار ہونا پڑتا تھا۔

اس نے طویل کے پاس کھڑے ہو کے گرم گرم سووسے اور جیبیں مکواٹے پالہ بھر کے کھیر کبھی نکلوالی بچیں کے لیے جوں کے اور پیس کے پیکٹ بھی خریدے۔